عقیدے کے بارے میں شکوک وشبہات کا ازالہ

تالیف

محمد بن عبدالوہاب تمیمی

ترجمانی

ابوالمکرّم عبدالجلیل

نظر ثانی

مشتاق احمد کریمی

وزارت کے شعبۂ مطبوعات ونشر کی زیرنگرانی طبع شدہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انبیاء کی بعثت کا بڑا مقصد

ایک اللہ کی عبادت کرنے اور کسی کو اس عبادت میں شریک نہ کرنے کا نام توحید ہے۔ یہی تمام انبیاء کا دین رہا ہے، جس کی تعلیم دے کر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو اپنے بندوں کے پاس بھیجا۔

سب سے پہلے رسول نوح علیہ السلام ہیں۔ ان کی قوم نے وَد، سواع، یغوث، یعوق اور نسر جیسے صالحین کے بارے میں جب غلو کرنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے نوع علیہ السلام کو ان کی ہدایت کے لئے بھیجا اور سب سے آخری رسول محمد ﷺ ہیں، جنہوں نے مذکورہ بزگوں کے مجسموں کا خاتمہ فرمایا۔ آپ جس قوم کی طرف بھیجے گئے وہ لوگ اللہ کی عبادت اور بندگی اور اسکا ذکر کرتے تھے۔ حج اور صدقات وخیرات بھی کرتے تھے لیکن اس کے ساتھ ہی وہ اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان بزگوں اور بعض مخلوق مثلاً ملائکہ، عیسیٰ، مریم یا دوسرے نیک لوگوں کو واسطہ بناتے اور یہ کہتے تھے کہ ان کے ذریعے ہم اللہ کا تقرب حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اللہ کے یہاں ان بزگوں کی شفاعت کے امیدوار ہیں۔ ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو بھیجا تا کہ آپ ابراہیم علیہ السلام کے دین کی تجدید فرمائیں اور لوگوں پر یہ واضح کردیں کہ یہ تقرب اور اعتقاد صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ کسی اور کا ذکر ہی کیا کسی مقرب فرشتہ یا رسول کے بارے میں بھی یہ عقیدہ نہیں رکھا جا سکتا۔

توحید ربوبیت اور مشرکین کا عقیدہ

مشرکین مکہ اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ اللہ ہی خالق اور رازق ہے۔ وہی مارتا اور جلاتا ہے۔ وہی کائنات کا مالک ومتصرف ہے۔ آسمان وزمین اور ان میں بسنے والے سب اس کے بندے اور اس کی ماتحت ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ (یونس:۳۱)

پوچھو تو سہی ،تم کو آسمان اور زمین سے کون روزی دیتا ہے اور کانوں اور آنکھوں کا کون مالک ہے اور مردے سے زندہ او رزندے سے مردہ کون نکالتا ہے، اور دنیا کے کاموں کو کون چلاتا ہے تو اس کے جواب میں یہ مشرک ضرور کہیں گے کہ اللہ۔ پھر تم پوچھو کہ پھر شرک سے کیوں نہیں بچتے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ☆سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ☆ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ☆ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ☆ قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ☆ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴾ (المومنون:۸۴تا۸۹)

ان سے پوچھو زمین اور جو کچھ اس میں ہے، کس کی ہے، اگر تم جانتے ہو۔ وہ ضرور یہی کہیں گے کہ اللہ کی ہے۔ کہو پھر تم غور کیوں نہیں کرتے۔ ان سے پوچھو کہ ساتوں آسمانوں کا مالک کون ہے۔اور بڑے تخت (عرش عظیم) کا مالک کون ہے۔ وہ ضرور یہی کہیں گے کہ اللہ۔ کہو پھر تم اس سے کیوں نہیں ڈرتے۔ ان سے پوچھو اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ کہ کس کے ہاتھ میں ہر چیز کی حکومت ہے اور وہ بچا لیتا ہے اور اس سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں، پھر تم کہاں بھٹک رہے ہو۔

مشرکین ان تمام چیزوں کا اقرار کرتے تھے او ررات دن اللہ کو پکارتے بھی تھے، مگر جو توحید رسول اللہ ﷺ لے کر آئے تھے یعنی توحید الوہیت، اور جسے ہمارے دور کے مشرکین'' اعتقاد'' کہتے تھے اس کا انہوں نے انکار کیا، اس لئے وہ اللہ کی عبادت سے انکار کرنے والے شمار ہوئے۔

بعض مشرکین ایسے بھی تھے جو فرشتوں کو پکارتے تاکہ یہ فرشتے اللہ کے مقرب ہونے کے ناطے ان کی شفاعت کردیں ، یا کسی بزرگ انسان مثلاً لات یا کسی نبی مثلاً عیسیٰ علیہ السلام کو پکارتے تھے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے اس شرک پر ان مشرکین سے قتال کیا اور انہیں ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلایا، جیسا کہ قرآن کریم ناطق ہے:

﴿وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَداً﴾ (الجن:۱۸)

مسجدیں اللہ ہی کی عبادت کے لئے ہیں، تو اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ﴾ (الرعد:۱۴)

اللہ ہی کی پکار سچی پکار ہے اور جن کو یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ ان کا کچھ کام نہیں نکال سکتے۔

رسول اللہ ﷺ نے مشرکین سے اس بات پر قتال کیا کہ پکارنا، ذبح کرنا، نذر ونیاز، مدد طلب کرنا اور ہر قسم کی عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہو، صرف توحید ربوبیت کا اقرار انہیں شرک سے نکال کر اسلام میں نہیں داخل کر سکا ملائکہ اور اولیاء کو پکارنے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے یہاں سفارشی سمجھنے کی وجہ سے ان کے جان ومال کی حفاظت اسلام نے اپنے ذمہ نہ لی۔

کلمہ توحید کا مفہوم:

مذکورہ تفصیل کے بعد اس توحید کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے، جس کی دعوت انبیاء ورسل نے دی اور کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' کا مطلب بھی یہی ہے، جس کا انکار مشرکین نے کیا۔

مشرکین ''الہ'' سے خالق ورازق اور مدبر مراد نہیں لیتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ خالق ورازق اور مدبر صرف اللہ تعالیٰ ہے بلکہ ''الہ'' ان کے نزدیک وہ ذات ہوتی تھی جسے وہ اللہ کا قریبی یا اللہ کے یہاں سفارشی یا اپنے اور اللہ کے درمیان واسطہ سمجھ کر اس کی طرف رجوع کرتے، خواہ وہ فرشتہ ہو یا نبی، ولی ہو یا درخت، قبر ہو یا

کوئی جنّ۔

اللہ کے رسولﷺ نے انہیں کلمہ توحید ''لا الہ الا اللہ'' کی دعوت دی۔ اس اس کلمہ کا مطلب صرف الفاظ کا اقرار نہیں بلکہ اسکا معنی و مطلب مراد تھا۔ جاہل کافر جانتے تھے کہ اس کلمہ سے رسول اللہﷺ کی مراد یہ ہے کہ صرف اللہ کی ذات سے تعلق رکھا جائے، اس کے علاوہ پوجا کی جانے والی تمام چیزوں کا انکار ان سے براء ت کا اعلان کر دیا جائے۔ یہی وجہ تھی کہ اللہ کے رسولﷺ نے جب ان سے ''لا الہ الا اللہ'' کہنے کا مطالبہ کیا تو انہوں نے جواب دیا:

﴿اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهاً وَّاحِداً اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ﴾ (ص: ۵)

کیا اس نے سب معبودوں کو ایک معبود کر دیا، یہ تو بڑی انوکھی بات ہے۔

یہ جاننے کے بعد کہ اَن پڑھ کافر بھی اس کلمہ کا مطلب جانتے تھے، ان لوگوں پر بڑا تعجب ہوتا ہے جو اسلام کے دعوے دار ہیں اور کلمہ طیبہ کا اتنا بھی مطلب نہیں جانتے جتنا جاہل کفار جانتے تھے بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ معنی و مفہوم کا دل میں عقیدہ رکھے بغیر صرف الفاظ کا ادا کر لینا ہی کافی ہے۔ ان میں جو زیادہ سمجھ دار عقل مند مانے جاتے ہیں وہ اس کلمہ کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ خالق ورازق اور کائنات کا انتظام کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ ظاہر بات ہے کہ اس شخص سے بھلائی کی کیا توقع ہوسکتی ہے، جس سے زیادہ جاہل کفار ''لا الہ الا اللہ'' کا مطلب جانتے تھے۔

جب آپ نے مذکورہ تفصیلات سمجھ لیں اور اس شرک کو جان لیا جس کے بارے میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَايَغْفِرُ اَنْ يُشْرِكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾
اللہ تعالیٰ شرک کو بخشنے والا نہیں، البتہ شرک کے سوا جو گناہ ہیں انہیں جس کے لئے چاہے بخش دے۔ (النساء: ۴۸)

توحید کے فوائد:

یہ جان لینے کے بعد تمام انبیاء کرام کا دین کون سا ہے، جس کے علاوہ کوئی بھی دین اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول نہیں اور یہ کہ آج لوگوں کی اکثریت اس دین سے کس قدر غافل اور جاہل ہے، دو اہم فائدے آپ کو حاصل ہوں گے:

ا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت پر خوشی:

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾

اے پیغمبر! کہہ دو ، اللہ کے فضل ورحمت پر وہ خوش ہوں، ان ہی دو چیزوں پر خوش ہونا چاہئے، یہ اس سے بہتر ہے جو وہ سمیٹے ہیں۔
(یونس: ۵۸)

۲ ۔ اللہ تعالیٰ کا خوف اور ڈر:

اللہ تعالیٰ کا خوف اس وقت اور زیادہ ہوگا نیز راہ نجات کی جستجو مزید ہو جائے گی جب آپ یہ جان لیں کہ بسا اوقات انسان کے منہ سے نکلا ہوا ایک لفظ اسے کفر تک پہنچا دیتا ہے۔کبھی تو اس کے منہ سے نادانی وجہالت میں یہ لفظ نکل جاتا

ہے اور جہالت کی وجہ سے وہ معذور نہیں سمجھا جائے گا اور کبھی یہ سمجھ کر وہ ایسی بات بول جاتا ہے کہ یہ چیز اسے اللہ سے قریب کردے گی، جیسا کہ مشرکین کا عقیدہ تھا۔ اس سلسلہ میں خاص طور پر موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا واقعہ سامنے رکھیں کہ انہوں نے علم وفضل اور صلاح وتقویٰ کے باوجود موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا:

﴿اجْعَلْ لَّنَا اِلٰهاً كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ﴾

اے موسیٰ! جیسے ان لوگوں کے پاس معبود ہیں ایسا ہی ایک معبود ہمارے لئے بھی بنا دو۔(الاعراف: ۱۳۸)

انبیاء کے دشمن

یہ بات بھی مدِ نظر رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت رہی ہے کہ اس نے توحید کی دعوت دے کر جتنے بھی نبی ورسول بھیجے، ان انبیاء ورسل کے دشمن بھی پیدا فرمائے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْراً﴾

ہم نے اسی طرح شریر آدمیوں اور جنوں کو ہر پیغمبر کا دشمن بنایا، اس لئے کہ وہ ایک دوسرے کو ملمع دار باتیں فریب کے لئے سکھائیں۔(الانعام:۱۱۲)

یہ دشمنان توحید علوم ومعارف اور دلائل وکتب سے مسلح بھی ہو سکتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَلَمَّا جَآءَ تْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ﴾

جب ان کے پیغمبر ان کے پاس نشانیاں لے کر آئے تو وہ اپنے علم ولیاقت پر پھولنے لگے۔(غافر:۸۳)

دینِ اسلام جاننا ضروری ہے:

جب آپ نے یہ جان لیا کہ اللہ کی راہ میں دین کے دشمن بیٹھے ہوئے ہیں جو علم وفصاحت اور دلیل وبرہان سے مسلح بھی ہیں تو آپ کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ دین کا اتنا علم تو ضرور حاصل کریں جو دشمنان دین سے لڑنے کے لئے کافی ہو سکے، جن کے پیر ابلیس نے اللہ عزوجل سے کہا تھا:

﴿لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمِ☆ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَاتَجِدُوْا اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ﴾

میں بھی تیری سیدھی راہ پر ان کی تاک میں بیٹھوں گا، پھر ان کے پاس ان کے آگے اور ان کے پیچھے سے آؤں گا اور ان کی داہنی طرف سے اور ان کی بائیں طرف سے، اور تو اکثر آدمیوں کو شکر گزار نہیں پائے گا۔

(الاعراف: ۱۶۔۱۷)

لیکن اگر آپ اللہ تعالیٰ سے لو لگائیں اور اس کی آیات بینات پر کان دھریں تو آپ کو کوئی خوف وغم نہیں ہونا چاہئے کیونکہ:

﴿اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنَ كَانَ ضَعِيْفاً﴾

بیشک شیطان کا مکر وفریب بودا ہے۔(النساء:۷۶)

ایک عام موحد مشرکین کے ہزار علماء پر بھاری ہوتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴾

بیشک ہمارا ہی لشکر غالب ہوگا۔(الصافات:۱۷۳)

لہٰذا اللہ کا لشکر ہی دعوت دین اور جہاد کے ذریعہ غالب ہوتا ہے، البتہ خطرہ اس موحد کو ہے جو ہتھیار کے بغیر راہ حق میں نکل پڑا ہو۔اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے کہ اس نے ہمیں ایسی کتاب عطا فرمائی ہے جو ہر چیز کو بیان کرنے والی نیز مومنوں کے لئے سراپا ہدایت ورحمت اور خوشخبری ہے۔ اہل باطل جو بھی دلیل لے کرآتے ہیں، یہ کتاب اس دلیل کو توڑتی ہے اور اس کا بطلان واضح کردیتی ہے، جیسا کہ قرآن کریم کا اعلان ہے:

﴿وَلَا يَأْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْراً﴾

کافر جب کوئی نیا اعتراض قرآن پر تیرے پاس لاتے ہیں تو ہم اس کا سچا جواب دیتے ہیں اور اسی طرح مطلب کھولتے ہیں۔(الفرقان:۳۳)

بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت ہر اس دلیل کے لئے عام ہے جسے اہل باطل قیامت تک پیش کریں گے۔

شبہات کا جواب:

ہمارے زمانے کے مشرکین ہمارے خلاف جو دلیلیں پیش کرتے ہیں ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے اندر جو باتیں بیان فرمائی ہیں، ان میں سے بعض باتیں ہم آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔

اہل باطل کو جواب دو طریقے سے دیا جاسکتا ہے۔ ایک مجمل اور دوسرا مفصل جواب۔

مجمل جواب سمجھ بوجھ رکھنے والوں کے لئے بڑا ہی گرانقدر اور فائدہ مند ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتَابِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ﴾

اس نے تم پر کتاب اتاری۔ اس میں سے بعض آیتیں محکم ہیں جو قرآن کی اصل ہیں اور بعض آیتیں متشابہ ہیں تو جن کے دلوں میں کجی ہے وہ لوگوں کو گمراہ کرنے اور اصل حقیقت دریافت کرنے کی نیت سے متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑ جاتے ہیں حالانکہ ان کی اصل حقیقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔(آل عمران: ۷)

نیز رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((اِذَا رَاَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَاُوْلٰئِكَ الَّذِیْنَ سَمَّی اللّٰهُ، فَاحْذَرُهُمْ))

جب ایسے لوگوں کو دیکھو جو قرآن کی متشابہ آیات کے پیچھے پڑے ہوں تو سمجھ لو کہ یہ وہی لوگ ہیں جن کا اللہ نے قرآن میں نام لیا ہے- پھر ان سے بچتے رہو۔

اب اگر کوئی مشرک آپ سے کہے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَلَا اِنَّ اَوۡلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ﴾

سن رکھو جو لوگ اللہ کے دوست ہیں نہ ان کو ڈر ہو گا نہ وہ غمگین ہوں گے۔(یونس:٦٣)

یا یہ کہے کہ شفاعت برحق ہے یا یہ کہے کہ اللہ کے یہاں انبیاءعلیہم السلام کا بڑا مقام ومرتبہ ہے یا اپنے باطل عقیدہ پر رسول اللہﷺ کی کسی حدیث سے استدلال کرے اور آپ کو اس حدیث کا معنی و مطلب معلوم نہ ہو توان تمام صورتوں میں آپ اسے سیدھا سا جواب دے دیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمایا ہے کہ جن کے دلوں میں کجی ہوتی ہے وہ محکم آیتوں کو چھوڑ کر متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ نیز گزشتہ صفحات میں یہ بات بیان ہوچکی ہے کہ مشرکین توحید ربوبیت کا اقرار کرتے تھے لیکن اس وجہ سے وہ کافر قرار پائے کہ انہوں نے ملائکہ، انبیاء اور اولیاء سے لو لگائی اور ان کے بارے میں یہ عقیدہ رکھا کہ:

﴿هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآ ءُ نَا عِنۡدَ اللّٰهِ﴾

یہ اللہ کے یہاں ہمارے سفارشی ہیں۔(یونس:١٨)

مذکورہ باتیں بالکل واضح اور امر محکم کی حیثیت رکھتی ہیں، کسی کی مجال نہیں کہ وہ اس میں کوئی تغیر وتبدل کرسکے۔

لیکن آپ نے جو قرآنی آیات یا رسول اللہﷺ کی حدیث بیان کی ہے، میں اس کی وضاحت پوری طرح تو نہیں کرسکتا تاہم یہ بات پورے یقین کے ساتھ کہہ

سکتا ہوں کہ اللہ کے کلام میں کوئی تعارض نہیں، اورنہ رسول اللہ ﷺ کلام الٰہی کے خلاف کوئی بات کہہ سکتے ہیں۔

یہ ایک عمدہ جواب ہے۔ اسے معمولی نہ جانیں، لیکن اس جواب کی قدر و قیمت وہی سمجھ سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہو۔ اسکی حیثیت وہی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ﴾

یہ بات انہی کو حاصل ہوتی ہے جو صبر کرتے ہیں اور انہی کو اس کی توفیق ہوتی ہے جو نصیب والے ہیں۔(فصلت: ۳۵)

مفصل جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے دین پر دشمنان توحید کو بے شمار اعتراضات ہیں جن کے ذریعے وہ لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ ان کا یہ کہنا کہ اللہ کے ساتھ شرک نہیں کرتے بلکہ اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ خالق ورازق اور نفع ونقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے اور یہ کہ محمد ﷺ بھی اپنے نفع ونقصان کے مالک ہیں چہ جائیکہ عبدالقادر یا دوسرے بزرگ ہوں۔ لیکن چونکہ ہم گنہگار ہیں اور بزرگوں کا اللہ تعالیٰ کے یہاں مقام ومرتبہ ہے، اس لئے ان کے واسطے سے ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں۔

اس دلیل کا آپ یہ جواب دیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جن لوگوں سے قتال کیا وہ بھی ان باتوں کا اقرار کرتے تھے، اور یہ کہتے تھے کہ ان کے پاس نفع ونقصان کا اختیار تو نہیں لیکن ہم ان کے واسطے سے جاہ مرتبہ اور شفاعت کے طلبگار ہوتے

ہیں۔ ساتھ ہی آپ نے انہیں قرآن کی آیتیں پڑھ کر سنائیں اور ان کی وضاحت کریں۔

اس پر اگر وہ اعتراض کریں کہ یہ آیتیں تو ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جو بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ آپ انبیاء وصالحین کو بتوں جیسا کیوں بناتے ہیں؟ تو اس اعتراض کا بھی آپ وہی جواب دیں کیونکہ جب انہوں نے یہ تسلیم کرلیا کہ کفار اللہ کی ربوبیت کا اقرار کرتے تھے اور اللہ کے علاوہ جن صلحاء وملائکہ کا وہ قصد کرتے تھے، ان سے صرف شفاعت کی امید رکھتے تھے۔ اس کے باوجود ان کو مشرک قرار دیا گیا واضح ہے کہ شفاعت کنندہ ان کے نزدیک بھی اللہ کے کچھ نیک بندے ہی ہوتے تھے نہ کہ اصنام۔ گویا اس دور میں بھی جن کی پرستش کی جاتی تھی وہ محض پتھر کی مورتیاں ہی نہیں تھیں بلکہ وہ صالحین ہی تھے جن کے انہوں نے بت تراش لئے تھے، تو اب انہیں یہ تسلیم کرلینا چاہئے کہ فوت شدہ صالحین کو اختیارات کا حامل سمجھ کر ان سے استغاثہ واستمداد کرنا ہی شرک ہے جس کا ارتکاب زمانہ جاہلیت میں مشرکین کیا کرتے تھے۔

لیکن معترضین اگر اپنے اور کفار کے افعال میں فرق کرنا چاہیں تو آپ انہیں بتائیں کہ کفار میں کچھ تو ایسے تھے جو بتوں کو پکارتے تھے لیکن کچھ ایسے بھی تھے جو اولیاء کو پکارتے تھے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿**اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ**﴾

جن لوگوں کو یہ مشرک پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف ذریعہ

تلاش کرتے ہیں کہ کون اللہ سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ (الاسراء: ۵۷)

اسی طرح وہ عیسیٰ اور مریم علیہما السلام کو بھی پکارتے تھے، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ كَانَا يَاْكُلَانِ الطَّعَامَ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ☆ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَانَفْعاً وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾

مریم کے بیٹے مسیح فقط ایک پیغمبر تھے او ران کی ماں صدیقہ (ولیہ) تھیں۔ دونوں کھانا کھاتے تھے۔ دیکھو ہم کس طرح ان کے لئے دلیلیں بیان کرتے ہیں۔ پھر دیکھو وہ کیسے پھرے جاتے ہیں۔ اے پیغمبر کہہ دو تم اللہ کو چھوڑ کر ایسے کو پوجتے ہو جو نہ تمہارے برے کا مالک ہے، نہ بھلے کا، اور اللہ ہی سب کچھ سنتا جانتا ہے۔ (المائدہ: ۷۵-۷۶)

آپ ان کے سامنے یہ آیتیں بھی پیش کریں:

﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعاً ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ تَعْبُدُوْنَ ☆ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنُوْنَ﴾

جس دن اللہ ان سب مشرکوں کو اکٹھا کرے گا پھر فرشتوں سے فرمائے گا کیا یہی لوگ تم کو پوجتے تھے، وہ کہیں گے، الٰہی ! تو ہر عیب سے پاک ہے۔

ان سے ہمیں کیا کام ۔ تو ہمارا مالک (یہ ہم کو نہیں) بلکہ شیطان کو پوجتے تھے۔ ان میں اکثر لوگ شیطانوں کو ہی مانتے تھے۔(سباء: ۴۰،۴۱)

نیز اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ان کے سامنے پیش کریں:

﴿وَ اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰہَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ قَالَ سُبْحٰنَکَ مَا یَکُوْنُ لِیْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ اِنْ کُنْتُ قُلْتُہٗ فَقَدْ عَلِمْتَہٗ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ﴾

یاد کرو جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اے مریم کے بیٹے عیسیٰ کیا تو نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بنالو۔ وہ کہیں گے،تو پاک ہے، مجھ سے کہیں ہوسکتا ہے کہ میں وہ بات کہوں جو ناحق ہے ۔ اگر میں نے یہ بات کہی ہوگی تو ضرور تجھے معلوم ہوگی۔ تو میرے دل کی بات جانتا ہے۔ البتہ میں تیرے دل کی بات نہیں جانتا۔ بیشک تو ہی غیب کی باتیں جاننے والا ہے۔ (المائدہ:۱۱۶)

غیر اللہ سے استغاثہ کفر ہے:

اس کی تفصیل کے بعد آپ معترضین سے کہیں کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی کافر قرار دیا جو بتوں سے استغاثہ کرتے تھے، اور ان کو بھی جو اس غرض سے اولیاء وصلحاء کی طرف رجوع کرتے تھے اور انہی لوگوں سے رسول اللہ ﷺ نے قتال کیا۔

اس پر اگر وہ یہ کہیں کہ کفار بتوں کی پوجا کرتے تھے اور ان سے مانگتے تھے

جب کہ ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ کہ نفع ونقصان کا مالک اور کائنات کا مدبر صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ ہم اسی سے مانگتے ہیں، اولیاء وصالحین کو اس کا اختیار حاصل نہیں ہے۔ لیکن ہم اس لئے ان کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ اللہ کے یہاں وہ ہماری سفارش کردیں۔

اس اعتراف پر آپ انہیں یہی جواب دیں کہ آپ کی اس بات میں اور کفار کے قول میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی پڑھ کر سنائیں:

﴿وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾

جن لوگوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو دوست بنایا ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم تو ان کو بس اسی لئے پوجتے ہیں کہ وہ ہم کو اللہ کے نزدیک کر دیں۔ (الزمر:۳)

نیز قرآن پاک کا یہ فرمان بھی ہے:

﴿وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾

مشرک کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے یہاں ہمارے سفارشی ہوں گے۔ (یونس:۱۸)

مشرکین کے یہ تین بڑے بڑے شبہات ہیں۔ جب آپ نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر بڑی وضاحت کے ساتھ ان شبہات کو بیان فرمایا ہے اور پھر آپ نے اچھی طرح ان کو سمجھ لیا تو ان کے علاوہ جو بھی شبہات ہوں گے، ان کا جواب کہیں زیادہ آسان ہوگا۔

پکارنا بھی عبادت ہے

کوئی معترض اگر کہے کہ میں اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتا، رہا اولیاء وغیرہم کو پکارنا اور ان کی طرف رجوع کرنا تو یہ ان کی عبادت تو نہیں!

آپ اس سے کہیں کہ تم جانتے ہو، اللہ نے اخلاص عبادت تم پر فرض کیا ہے؟ بیان کرو۔ ظاہر بات ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے اس پہلو واقف نہیں ہوگا۔ اس لئے آپ خود اسے اللہ تعالیٰ کا یہ قول پڑھ کر سمجھائیں:

﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَايُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾

اپنے رب کو گڑگڑا کر چپکے چپکے پکارو کیوں کہ وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (الاعراف: ۵۵)

اس کے بعد اس سے پوچھیں کہ پکارنا عبادت ہے یا نہیں؟ وہ ضرور کہے گا کہ ہاں۔ کیونکہ دعا اور پکارنا عبادت ہے اور اللہ سے ڈر کر اور اس سے امید لگا کر دن رات تم اسے پکارتے بھی ہو، پھر اس کے ساتھ ہی کسی حاجت میں نبی ، ولی وغیرہ کو بھی پکارا، تو کیا تم اللہ تعالیٰ کی عبادت میں دوسرے کو شریک ٹھہرایا کہ نہیں؟ وہ ضرور کہے گا کہ ہاں!

قربانی کرنا بھی عبادت ہے:

اس کے بعد اس سے کہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾

اپنے مالک کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔(الکوثر:۲)

یہ جاننے کے بعد جب تم نے اللہ کی اطاعت کی اور اس کے لئے قربانی پیش کی تو یہ عبادت ہوئی یا نہیں؟ وہ ضرور کہے گا کہ ہاں یہ عبادت ہوئی۔ اب اس سے پوچھیں کہ یہی قربانی جب تم نے کسی نبی، جن یا کسی بھی مخلوق کے لئے کی تو اس عبادت میں اللہ کے ساتھ غیر کو شریک ٹھہرایا کہ نہیں؟ وہ ضرور اس کا اقرار کرے گا اور کہے گا، ہاں!

ساتھ ہی آپ اس سے یہ بھی پوچھیں کہ وہ مشرکین جن کے بارے میں قرآن نازل ہوا، کیا وہ ملائکہ،صلحاء اور لات وغیرہ کی پرستش کرتے تھے؟ وہ ضرور کہے گا، ہاں۔ پھر آپ اسے بتائیں کہ ان کی پرستش یہی تھی کہ وہ انہیں پکارتے تھے، ان کے لئے جانور ذبح کرتے تھے اور ان کی طرف پناہ لیتے تھے، ورنہ وہ اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے ماتحت ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی امور کائنات کا انتظام کار ہے لیکن اس اقرار کے باوجود انہوں نے ملائکہ اور صالحین کے جاہ ومرتبہ اور شفاعت کے پیش نظر انہیں پکارا اور ان کی طرف پناہ لی۔

شفاعت برحق ہے:

معترض اگر آپ سے یہ کہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کا انکار اور اس سے بیزاری ظاہر کرتے ہو! تو آپ اس سے کہیں کہ میں شفاعت رسول ﷺ کا نہ تو منکر ہوں نہ اس سے بیزار ہوسکتا ہوں۔میرا ایمان ہے کہ آپ ﷺ شافع ومشفع ہیں اور آپ کی شفاعت کا امیدوار بھی ہوں لیکن شفاعت اللہ کے اختیار میں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ لِلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعاً﴾
کہہ دو کہ شفاعت تو ساری کی ساری اللہ کے اختیار میں ہے۔ (الزمر: ۴۴)
اور یہ شفاعت اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بعد ہوگی، جیسا کہ فرمایا:
﴿مَنْ ذا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہُ اِلَّا بِاِذْنِہٖ﴾
اس کے حکم کے بغیر کون اس کے پاس شفاعت کرسکتا ہے۔ (البقرہ: ۲۵۵)
نیز رسول اللہ ﷺ کسی کے بارے میں اس وقت تک شفاعت نہیں کریں گے جب تک اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں شفاعت کی اجازت نہ دے دیں، جیسا کہ فرمایا:
﴿وَلَایَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی﴾
وہ فرشتے کسی کی شفاعت نہیں کرسکتے مگر جس کیلئے اللہ کی مرضی ہو۔ (الانبیاء: ۲۸)
اور اللہ تعالیٰ صرف توحید کو پسند کرتا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:
﴿وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْناً فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ﴾
جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے تو ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا۔ (آل عمران: ۸۵)
گویا شفاعت کی اجازت بھی صرف اہل توحید کے لئے ہوگی۔

شفاعت قبول کرنا صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے:

جب ساری کی ساری شفاعت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور شفاعت اللہ کی

اجازت کے بعد ہوگی اور رسول اللہﷺ بھی کسی کے بارے میں اس وقت تک شفاعت نہیں کریں گے جب تک اسے بارے میں اللہ تعالیٰ شفاعت کی اجازت نہ دے دے۔ اور اللہ تعالیٰ صرف اہلِ توحید کے لئے شفاعت کی اجازت مرحمت فرمائے گا تو اس کی تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ شفاعت ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے لہٰذا میں اللہ سے شفاعت کا طلبگار ہوں اور یہ دعا کرتا ہوں کہ الٰہی! میرے سلسلہ میں رسول اللہﷺ کو شفاعت کی اجازت مرحمت فرما!

معترض اگر یہ کہے کہ رسول اللہﷺ کو شفاعت عطا کردی گئی ہے اور میں اس عطا کی گئی چیز کا آپ سے سوال کرتا ہوں۔

آپ اس سے کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہﷺ کو شفاعت ضرور عطا فرمائی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی آپ سے براہ راست شفاعت کا سوال کرنے سے منع بھی فرمایا ہے۔ ارشاد ہے:

﴿فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَداً﴾

اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔(الجن: ۱۸)

جب تم اللہ سے دعا کرتے ہو کہ وہ اپنے نبی کو تمہارے بارے میں شفاعت کرنے کی اجازت دے دے تو مذکورہ بالا آیت میں بھی اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔

دوسری بات یہ ہے کہ نبی اکرمﷺ کے علاوہ دوسروں کو بھی شفاعت کا حق دیا گیا ہے، چنانچہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ ملائکہ، اولیاء اور چھوٹے چھوٹے بچے

بھی شفاعت کریں گے، سوال یہ ہے کہ کیا تم یہ کہہ سکتے ہو کہ چونکہ اللہ نے انہیں شفاعت عطا کی ہے اس لئے میں ان سے شفاعت طلب کروں گا؟ اگر کہتے ہو کہ ہاں، تو یہی تو صالحین کی عبادت کرنا ہے، جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر تذکرہ فرمایا ہے اور اگر کہتے ہو نہیں تو تمہارا یہ قول بھی اپنے آپ باطل ہوجاتا ہے کہ اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو شفاعت عطا کی ہے۔ اس لئے میں اس عطا کی گئی چیز کا آپ سے سوال کرتا ہوں۔

صالحین کی پناہ ڈھونڈنا شرک ہے:

معترض اگر یہ کہے کہ میں حاشا وکلا اللہ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہیں ٹھہراتا لیکن یہ سمجھتا ہوں کہ صالحین کی پناہ ڈھونڈنا شرک نہیں ہے۔

آپ اس سے کہیں کہ تم اس بات کا اقرار کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے شرک کو زنا سے بھی بڑھ کر حرام قرر دیا ہے اور اس کا بھی اقرار کرتے ہو کہ اللہ مشرک کو کبھی معاف نہیں کرے گا تو شرک آخر وہ کون سا جرم ہے جو اس درجہ حرام ہے اور جسے اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں کرسکتا؟

اس سوال کا یقیناً اس کے پاس جواب نہیں ہوگا، لہٰذا آپ اس سے کہیں کہ تم شرک سے اپنے آپ کو کیسے مبرا سمجھتے ہو، جب تم خود شرک کا مطلب بھی نہیں جانتے۔ یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی چیز حرام قرار دے اور یہ کہے کہ میں اسے کبھی معاف نہیں کرسکتا اور تم اس چیز کے بارے میں نہ جانو اور نہ دریافت کرو، کیا یہ سمجھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے بس حرام قرار دے کر چھوڑ دیا اور اس کو بیان نہیں

فرمایا؟

لیکن اگر وہ یہ کہے کہ" شرک" بتوں کی عبادت کا نام ہے، اور ہم بتوں کی عبادت تو نہیں کرتے ،تو آپ اس سے پوچھیں کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ مشرکین پوجا کی جانے والی لکڑیوں اورپتھروں کو خالق ورازق اورمدبر مانتے تھے؟ اگر ایسا سمجھتے ہو تو یہ غلط ہے،قرآن کریم اس کی تردید کرتا ہے۔

اور اگر وہ کہے کہ" شرک" یہ ہے کہ انسان لکڑیوں ، پتھروں،قبروں، پر بنی ہوئی عمارتوں وغیرہ کا رخ کرے، انہیں پکارے ، ان کے لئے جانور ذبح کرے اور یہ عقیدہ رکھے کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کردیتے ہیں۔ اپنی برکت سے ہماری پریشانیاں دور کر دیتے ہیں اور ہماری مرادیں پوری کردیتے ہیں تو آپ اس کے جواب کی تائید کریں اور یہ بتادیں کہ پھتروں اور مزاروں پر جا کر جو کام تم لوگ انجام دیتے ہو وہ بھی یہی ہے۔اس طرح گویا اس نے اس بات کا اقرار کرلیا کہ اسکا فعل ہی بتوں کی عبادت ہے۔

اس سے آپ یہ بھی پوچھیں کہ تم نے جو یہ کہا کہ" شرک" بتوں کی عبادت کا نام ہے اس سے تمہاری مراد کیا ہے؟ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ شرک بتوں کے ساتھ خاص ہے ، بزرگوں کو پکارنا اور ان پر بھروسہ کرنا شرک میں داخل نہیں تو یہ غلط ہے۔قرآن مجید نے ہر اس شخص کو کافر قرار دیا ہے جو فرشتوں یا عیسیٰ علیہ السلام یا بزرگوں سے لو لگائے یا ان کے ساتھ ایسا تعلق رکھے۔

شرک کیا ہے؟

اب یہ شخص لازمی طور پر اس بات کا اقرار کرے گا کہ اللہ کی عبادت میں کسی بھی نیک شخص کو شامل کرنا ہی شرک ہے جس کا قرآن کریم میں تذکرہ ہے۔

اس مسئلہ کا راز یہ ہے کہ جب کوئی شخص یہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کرتا تو آپ اس سے کہیں کہ شرک کی وضاحت کرو، اگر کہے کہ میں اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتا، تو کہیں کہ ایک اللہ کی عبادت کا کیا مطلب ہے، بیان کرو؟

اس نے اگر قرآن مجید کے مطابق ایک اللہ کی عبادت کا مطلب بیان کردیا تو یہی مطلوب ومقصود ہے۔لیکن اگر کہے کہ میں نہیں جانتا تو اس سے پوچھیں کہ تم اس چیز کا دعویٰ کیسے کرتے ہو جس کا مطلب ہی نہیں جانتے؟ اور اگر اس نے غلط مطلب بیان کیا تو شرک باللہ اور عبادت اصنام کے سلسلہ میں وارد قرآنی آیتیں پڑھ کر اسے سنائیں اور یہ بتائیں کہ یہ بعینہ وہی چیزیں ہیں جو ہمارے زمانے میں لوگ کررہے ہیں اور ایک اللہ کی عبادت ہی وہ "جرم" ہے جس کی لوگ ہمیں سزا دے رہے ہیں اور ہمارے خلاف اپنے سابقہ مشرک بھائیوں کی طرح چیختے چلاتے ہیں کہ:

﴿اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهاً وَّاحِداً اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ﴾

کیا اس نے سب معبودوں کو ایک معبود کردیا، یہ تو بڑی انوکھی بات ہے۔

(ص:۵)

ربوبیت کا اقرار اور الوہیت کا انکار:

یہ معلوم ہوجانے کے بعد کہ ہمارے دور کے مشرکین جسے'' اعتقاد'' کہتے ہیں، یہ وہی شرک ہے جس کے بارے قرآن نازل ہوا اور رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے جس پر قتال کیا، یہ بھی جانتے چلیں کہ پہلے لوگوں کا شرک ہمارے دور کے لوگوں کے شرک سے دو وجوہ سے کمتر تھا۔

ا۔ پہلے دور کے مشرک صرف راحت وآرام کی حالت میں ملائکہ، والیاء یا بتوں کو پکارتے اور انہیں اللہ کا شریک ٹھہراتے تھے، سختی اور پریشانی کے وقت سب کو چھوڑ کر صرف اللہ کو پکارتے تھے، جیسا کہ مندرجہ ذیل آیتوں میں بیان کیا گیا:

﴿وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُرُّ فِى الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّا اِيَّاهُ فَلَمَّا نَجّٰكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْراً﴾

جب سمندر میں تم آفت میں گرفتار ہوتے ہو تو اللہ کے سوا جن جن کو تم پکارا کرتے تھے سب بھول جاتے ہو پھر جب تم کو خشکی میں بچا لاتا ہے تو اللہ سے پھر بیٹھتے ہو، اور آدمی بڑا ناشکرا ہے۔(اسراء : ٦٧)

﴿قُلْ اَرَءَ يْتَكُمْ اِنْ اَتٰكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ☆بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ﴾

(اے پیغمبر) ان کافروں سے کہو بھلا بتلاؤ تو سہی اگر تم پر اللہ کا عذاب آجائے یا تم پر قیامت آن کھڑی ہو تو کیا اس وقت اللہ کے سوا کسی اور کو

پکارو گے اگر تم سچے ہو؟ بلکہ خاص اللہ ہی کو پکارو گے، پھر اگر وہ چاہے گا تو اس مصیبت کو جس کے لئے پکارتے ہو دور کرے گا، اور جن کو تم نے اس کا شریک بنایا تھا، ان سب کو بھول جاؤ گے۔(الانعام: ۴۰۔۴۱)

﴿وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْباً اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَاداً لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ﴾

جب آدمی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو دل سے اپنے مالک کی طرف رجوع کر کے اس کو پکارتا ہے، پھر جب وہ اپنی طرف سے اس کو کوئی نعمت دیتا ہے تو اس کو بھول جاتا ہے جس کو اس سے پہلے پکارتا تھا اور دوسروں کو اللہ کا شریک ٹھہراتا ہے تا کہ وہ اس کی راہ سے گمراہ کردے۔(الزمر: ۸)

﴿وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾

یعنی جب سائبانوں کی طرح ان کو موج ڈھانک لیتی ہے تو اس وقت سچے دل سے اللہ ہی کی بندگی کر کے اسی کو پکارتے ہیں۔(لقمان: ۳۲)

جو شخص یہ مسئلہ اچھی طرح سمجھ لے کہ جن مشرکین سے رسول اللہ ﷺ نے قتال کیا وہ صرف راحت وآرام کی حالت میں اللہ کے ساتھ دوسروں کو پکارتے تھے لیکن سختی وپریشانی کے وقت وہ سب کو چھوڑ کر صرف اللہ وحدہ کو پکارتے اور اپنے سادات کو بھول جاتے تھے تو یہ سمجھنے کے بعد اس کے لئے پہلے دور کے مشرک اور ہمارے زمانے کے مشرکین کے شرک کے درمیان فرق واضح ہو جائے گا، لیکن

افسوس! کہا ہیں وہ دل جو اس مسئلہ کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔

۲- ہمارے زمانہ کے مشرکین کے مقابلے میں پہلے زمانے کے مشرکین کے شرک کے کمتر ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ پہلے لوگ اللہ کے ساتھ انہی لوگوں کو پکارتے تھے جو اللہ کے مقرب بندے ہوتے تھے جیسے انبیاء، اولیاء یا ملائکہ وغیرہ۔یا پھر پتھروں اور درختوں کو پکارتے تھے جو اللہ کے فرمانبردار ہیں، نافرمان نہیں۔

لیکن ہمارے زمانہ کے مشرکین اللہ کے ساتھ جن جن کو پکارتے ہیں وہ انتہائی فاسق وفاجر اور بدترین قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔کمال کی بات یہ ہے کہ مشرکین خود ان کے فاسق وفاجر ہونے ، زنا کاری، چوری چکاری میں ملوث ہونے اور بے نمازی ہونے کی داستانیں بیان کرتے رہتے ہیں۔

ظاہر بات ہے کہ جو شخص کسی نیک وصالح شخص کے بارے میں کوئی عقیدہ رکھے یا لکڑی اور پتھر جیسی چیزوں کے بارے میں عقیدہ رکھے جو اللہ کے نافرمان نہیں ہیں،ایسے شخص کا شرک اس آدمی کے شرک سے کہیں ہلکا ہوگا جو وہ عقیدہ کسی فاسق وفاجر شخص کے بارے میں رکھے اور خود اس کے فسق وفجور کی گواہی بھی دے۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ رسول اللہ ﷺ نے جن لوگوں سے قتال کیا وہ ہمارے زمانہ کے مشرکین سے زیادہ عقل مند اور ان سے کمتر مشرک تھے تو آپ یہ بھی جانتے چلیں کہ ان کا ایک اور شبہ ہے جسے وہ ہمارے مذکورہ بالا دلائل کے خلاف پیش کرتے ہیں اور یہ ایک بڑا شبہ ہے، لہٰذا غور سے اس کا جواب سنیں۔

کفر کیا ہے؟

وہ کہتے ہیں کہ جن مشرکین کے بارے میں قرآن نازل ہوا وہ ''لا الہ الا اللہ'' کی گواہی نہیں دیتے تھے، رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرتے تھے، آخرت کا انکار کرتے تھے، قرآن کو جھٹلاتے اور اسے جادو کہتے تھے، لیکن ہم ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کی گواہی دیتے ہیں ۔قرآن کی تصدیق کرتے ہیں۔ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ۔نماز پڑھتے ہیں۔ روزہ رکھتے ہیں۔ پھر ہمیں ان مشرکین کے برابر کیوں قرار دیتے ہو؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جمہور علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو شخص تمام باتوں میں رسول اللہ ﷺ کی تقدیق کرے اور صرف ایک بات میں آپ کو جھٹلا دے، وہ کافر ہے۔ اسی طرح وہ شخص جو قرآن کے بعض حصہ پر ایمان لائے اور بعض کا انکار کرے، وہ بھی کافر ہے، جیسے کوئی شخص توحید کا اقرار کرے اور نماز کا انکار ۔ یا توحید اور نماز دونوں کا اقرار کرے اور زکوۃ کا انکار یا ان سب فرائض کا اقرار کرے اور حج کا انکار، یا مذکورہ پانچوں فرائض کا اقرار کرے مگر یوم آخرت کا انکار۔ تو ایسا شخص بالاجماع کافر ہے اور اس کی جان و مال مباح ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّ الَّـذِيْـنَ يَـكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰه وَرُسُـلِـهٖ وَيَـقُـوْلُـوْنَ نُـؤْمِـنُ بِبَـعْـضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ☆ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا﴾

جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر کو نہیں مانتے اور اللہ اور اس کے

پیغمبروں میں جدائی ڈالنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پیغمبروں کو مانیں گے اور بعض کو نہیں مانیں کے اور کفر و ایمان کے درمیان ایک راستہ بنانا چاہتے ہیں، یہی لوگ تو پکے کافر ہیں۔(النساء:۱۵۰،۱۵۱)

اللہ تعالیٰ نے جب پوری صراحت کے ساتھ یہ بیان فرما دیا کہ جو شخص بعض حصوں پر ایمان لائے اور بعض کا انکار کرے وہ پکا کافر ہے تو مشرکین کا پیش کردہ مذکورہ شبہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔

مذکورہ شبہ کے جواب میں معترض سے یہ بھی کہا جائے گا کہ جب تم اس بات کا اقرار کرتے ہو کہ جو شخص تمام امور میں رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کرے اور صرف نماز کا انکار کردے تو وہ بالاجماع کافر ہے اور اس کی جان ومال مباح ہے یا اسی طرح جو شخص تمام فرائض کا اقرار کرے اور صرف یوم آخرت کا انکار کردے یا تمام چیزوں کا اقرار کرے مگر رمضان کے روزے کی فرضیت کا انکار کردے، وہ بالاجماع کافر ہے۔ کسی بھی مذہب کا اس میں اختلاف نہیں اور یہ بات سب جانتے ہیں کہ ''توحید'' رسول اللہ ﷺ کا لایا ہوا سب سے اہم فریضہ ہے اور اس کی حیثیت نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج سے بھی بڑھ کر ہے۔ تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت پر مکمل عمل کے باوجود کوئی شخص اگر ایک بات کا بھی انکار کردے تو وہ کافر ہو جائے اور کوئی توحید کا جو تمام انبیاء کا دین ہے، انکار کرکے بھی مسلمان بنا بیٹھا رہے؟

معترض سے جواب میں یہ بھی کہا جائے گا کہ صحابہ کرام نے بنوحنیفہ سے قتال

کیا۔حالانکہ بنوحنیفہ کے لوگ رسول اللہﷺ کے ہاتھ پر ایمان لائے تھے اور''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کا اقرار کرتے تھے۔ اذان دیتے تھے اورنماز بھی پڑھتے تھے۔

اس پر اگر وہ یہ کہے کہ صحابہ کرام نے بنوحنیفہ سے اس لئے قتال کیا کہ وہ مسیلمہ کو نبی کہنے لگے تھے، اس پر آپ جواب دیں کہ ہم بھی تو یہی کہتے ہیں۔ بنو حنیفہ نے جب ایک شخص کو نبوت کے درجہ تک پہنچا دیا تو ان کا شہادتیں کی گواہی دینا، نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا کچھ کام نہ آسکا اور وہ کافر اورمباح الدم قرار پائے تو جوشخص '' شمسان'' یا '' یوسف'' یا کسی صحابی کو الوہیت کے درجہ تک پہنچا دے ، وہ کیوں کر مسلمان باقی رہے گا ؟

معترض کو یہ جواب بھی دیا جائے گا کہ علی رضی اللہ عنہ نے جن لوگوں کو آگ سے جلایا تھا وہ سب کے سب اسلام کے دعویدار اور خودعلی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے تھے اورصحابہ کرام سے انہوں نے نےعلم سیکھا تھا لیکن جب انہوں نے علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں الوہیت کا عقیدہ ظاہر کیا، جیسا عقیدہ لوگ''یوسف'' اور '' شمسان'' کے بارے میں رکھتے ہیں تو تمام صحابہ کرام نے متفقہ طور پر انہیں کافر قرار دے دیا اور ان کوقتل کیا۔ کیا آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسلمانوں کو کافر قرار دیں گے؟ یا یہ کہ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسا عقیدہ رکھنا تو کفر ہے لیکن'' تاج '' ''یوسف'' اور'' شمسان'' وغیرہ کے بارے میں ایسا عقیدہ رکھنے میں کوئی حرج کی بات نہیں؟

شریعت کی مخالفت کا نتیجہ:

جواباً یہ بھی کہا جائے گا کہ بنو عبید القداح جو عہد عباسیہ میں مصر اور مغرب پر حکومت کررہے تھے، وہ سب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دیتے تھے، اسلام کے دعویدار تھے اور جمعہ وجماعت کا بھی اہتمام کرتے تھے لیکن جب انہوں نے بعض چھوٹے چھوٹے امور میں جو شرک کے مسئلہ سے کہیں کمتر تھے، شریعت کی مخالفت ظاہر کی تو علمائے اسلام نے متفقہ طور پر ان کے کفر اور ان سے قتال کرنے کا فتویٰ دیا، ان کے شہروں کو دار الحرب قرار دیا اور مسلمانوں نے لڑائی کرکے وہ تمام اسلامی شہر آزاد کرالئے جو ان کے زیر اقتدار تھے۔

آپ یہ جواب بھی دے سکتے ہیں کہ پہلے لوگ اگر اسی وجہ سے کافر قرار دئے گئے کہ انہوں نے شرک، رسول کی تکذیب، قرآن کی تکذیب اور قیامت کا انکار سب کچھ اکٹھا کرلیا تھا تو اس باب کا کیا مطلب ہے جو ہر مذہب کے علماء نے اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ مثلاً باب حکم المرتد (مرتد کے حکم کا بیان) اور مرتد وہ شخص ہے جو اسلام لانے کے بعد کافر ہو جائے۔ اس کے بعد علماء نے مرتد کی بہت سی اقسام بیان کی ہیں اور ہر قسم میں انسان کافر اور مباح الدم ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ فقہاء نے وہ چھوٹے چھوٹے امور بھی بیان فرمائے ہیں جن سے انسان مرتد ہو جاتا ہے، جیسے دل سے اعتقاد رکھے بغیر زبان سے کوئی بات کہہ دینا یا ہنسی مذاق کے طور پر منہ سے کوئی جملہ نکال دینا۔

یہ جواب بھی دیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ

اِسۡلَامِهِمۡ﴾

منافق اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم نے یہ بات نہیں کہی ، حالانکہ وہ بلا شبہ کفر کی بات کہہ چکے اور اسلام لانے اور اس کا اظہار کرنے کے بعد وہ پھر کافر بن گئے ۔(التوبہ: ۷۴)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کا ذکر کیا ہے،صرف ایک بات کی وجہ سے انہیں کافر قرار دے دیا حالانکہ وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تھے۔آپ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوتے، نماز پڑھتے، زکوٰۃ دیتے، حج کرتے اور اللہ کی وحدانیت کی گواہی دیتے تھے۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلۡ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوۡلِهٖ كُنۡتُمۡ تَسۡتَهۡزِءُوۡنَ☆ لَاتَعۡتَذِرُوۡا قَدۡ كَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ﴾

اے پیغمبر! ان سے کہہ دو کیا تم اللہ تعالیٰ اور اس کے آیتوں اور اس کے رسول سے ہنسی ٹھٹھا کرتے ہو؟ بہانے مت بناؤ ،تم ایمان لاکر، ایمان کا دعویٰ کر کے پھر کافر ہوگئے۔(التوبہ: ٦٥، ٦٦)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کا ذکر کیا ہے اورجن کے بارے میں یہ صراحت فرمائی ہے کہ وہ ایمان کے بعد کافر ہوگئے ، وہ غزوہ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور ان کی زبان سے ایک بات نکل گئی تھی جس کے بارے میں وہ خود اقرار کرتے تھے کہ ہم نے اسے بطور مذاق کہا تھا۔

آپ مشرکین کے اس شبہ پر پھر سے غور کریں، جو یہ کہتے ہیں کہ تم ان مسلمانوں کو کیسے کافر گردانتے ہو جو ''لا الہ الا اللہ'' کی گواہی دیتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور روزہ بھی رکھتے ہیں؟ اور اس کے بعد اس شبہ کا مذکورہ جواب دھیان سے پڑھیں، یہ بڑا ہی مفید اور گرانقدر جواب ہے۔

مذکورہ جواب کی ایک دلیل وہ واقعہ بھی ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے سلسلہ میں بیان کیا ہے کہ انہوں نے اسلام لانے اور علم وتقویٰ کے باوجود موسیٰ علیہ السلام سے یہ مطالبہ کیا کہ:

﴿اجْعَلْ لَّنَا اِلٰهاً كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ﴾

اے موسیٰ! جیسے ان لوگوں کے پاس معبود ہیں ایسا ہی ایک معبود ہمارے لئے بھی بنادو۔(الاعراف:۱۳۸)

نیز بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ ہمارے لئے بھی ایک ''ذات انواط'' بنا دیجئے۔ اس پر آپ ﷺ نے قسم کھا کر فرمایا کہ یہ کہنا بالکل ویسا ہے ہے جیسا کہ بنو اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ ہمارے لئے بھی ایک معبود بنادو۔

لیکن اس موقع پر مشرکین ایک شبہ اور پیش کرتے ہیں، وہ یہ کہ بنو اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے جس بات کا مطالبہ کیا، اس پر وہ کافر نہیں قرار دئے گئے، اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے ان اصحاب کو کافر نہیں گردانا، جنہوں نے آپ سے ''ذات انواط'' بنانے کو کہا تھا۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ بنو اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے معبود بنانے کا صرف مطالبہ کیا تھا۔ معبود بنایا نہیں تھا۔ اسی طرح بعض صحابہ نے رسول اللہﷺ سے ''ذات انواط'' بنانے کی صرف درخواست کی تھی اور اس بات پر کسی کا اختلاف نہیں کہ بنو اسرائیل نے جس چیز کا مطالبہ کیا تھا اگر وہ کرگزرے ہوتے یا صحابہ کرام نے رسول اللہﷺ کی بات نہ مانی ہوتی اور منع کرنے کے باوجود ''ذات انواط'' بنا لیا ہوتا تو وہ کافر قرار پاتے۔

فہم دین ضروری ہے:

مذکورہ واقعہ ایک دوسرے پہلو سے اس جانب بھی اشارہ کرتا ہے کہ ایک مسلمان بلکہ پڑھا لکھا شخص بھی غیر شعوری طور پر شرک میں مبتلا ہوسکتا ہے لہٰذا علم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ تحفظ بھی ضروری ہے اور یہ جاننا بھی لازم ہے کہ عوام الناس کا یہ کہنا کہ ''ہم نے توحید کو سمجھ لیا ہے'' شیطانی دھوکہ اور بڑی نادانی کی بات ہے۔

مذکورہ واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ایک مسلمان مجتہد اگر لاعلمی میں کوئی کفریہ بات کہہ دے اور تنبیہہ کے بعد فوراً بعد اس سے توبہ کرلے تو وہ کافر نہیں ہوگا۔

اس واقعہ سے ایک اہم مسئلہ اور بھی سامنے آتا ہے، وہ یہ کہ ایسا شخص اگر چہ کافر نہیں ہوتا لیکن بڑے ہی سخت الفاظ میں اس کی تنبیہہ ہونی چاہئے، جیسا کہ رسول اللہﷺ نے اپنے اصحاب کو فرمائی تھی۔

مشرکین کو ایک اور شبہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے

جب'' لا الہ الا اللہ'' کہنے والے شخص کو قتل کردیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس پر ناراضی ظاہر کی اور فرمایا:

((اَقَتَلْتُمْ بَعْدَ مَا قَالَ لَا اِلَہَ اِلَّا اللّٰہُ))

کیا لا الہ الا اللہ پڑھنے کے بعد بھی تم نے اسے قتل کردیا۔

رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:

((اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَا اِلَہَ اِلَّا اللّٰہُ))

مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک قتال کرتا رہوں جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار نہ کرلیں۔

یہ نادان مشرک ان احادیث کا مطلب یہ نکالتے ہیں کہ'' لا الہ الا اللہ'' کا اقرار کرلینے کے بعد آدمی جو بھی چاہے کرے، اسے کافر کہہ سکتے ہیں نہ قتل کرسکتے ہیں۔

ان نادانوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہود بھی لا الہ الا اللہ پڑھتے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان سے قتال کیا اور انہیں قیدی بنایا۔ بنو حنیفہ کے لوگ بھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دیتے تھے، نماز پڑھتے تھے اور اسلام کا دعویٰ بھی کرتے تھے، لیکن اس کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان سے قتال کیا، اسی طرح وہ لوگ بھی توحید کا اقرار کرتے تھے جنہیں علی رضی اللہ عنہ نے آگ سے جلایا۔

یہ جاہل اس بات کو تو مانتے ہیں کہ آخرت کا منکر یا اسلام کے کسی رکن کا منکر اگر چہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرتا ہو، کافر اور مباح الدم ہے۔ سوال یہ ہے کہ اسلام

کے کسی رکن کا انکار کرنیوالے کو جب کلمہ'' لا الہ الا اللہ'' کا اقرار کفر سے نہیں بچا سکتا تو '' توحید'' جو تمام انبیاء کے دین کی جڑ ہے، کا انکار کرنے والے کو کیونکر بچا سکتا ہے۔

اسامہ رضی اللہ عنہ کی جس حدیث سے مشرکین دلیل پکڑتے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ اسامہ نے ایک شخص کو اس کے اسلام کا دعویٰ کرنے کے بعد بھی یہ سمجھ کر قتل کر دیا کہ اس کے اسلام کا دعویٰ کرنے کے بعد بھی یہ سمجھ کر قتل کر دیا کہ اس نے اپنی جان ومال کو بچانے کیلئے کلمہ پڑھ لیا ہے۔ آدمی جب اپنے اسلام کا اظہار کردے تو اس سے ہاتھ روک لینا ضروری ہے، یہاں تک کہ اس کے خلاف کوئی بات ثابت ہوجائے۔ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا ضَرَبْتُمْ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ فَتَبَيَّنُوا۟﴾

اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں (جہاد میں) نکلو تو تحقیق کرلیا کرو۔(النساء:۹۴)

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص اپنے اسلام کا اظہار کردے اس سے ہاتھ روک لینا اور اس کے بارے میں تحقیق کرنا ضروری ہے۔ تحقیق کے بعد اگر اس سے کوئی ایسی بات ثابت ہو جو اسلام کے خلاف ہے تو اسے قتل کردیا جائے گا۔ اس آیت کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اسلام ظاہر کرنے یا کلمہ شہادت کا اقرار کرنے کے بعد آدمی کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ اگر یہی مطلب ہوتا تو اس آیت میں تحقیق کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے اس کا کوئی معنی ہی نہیں رہ جاتا۔

اسی طرح اس موضوع کی دیگر احادیث کا مطلب بھی وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا ہے۔ یعنی جو شخص اسلام یا توحید کا اظہار کردے اس سے ہاتھ روک لیا جائے گا اور تحقیق کے بعد اگر اسکے اندر اسلام کے خلاف کوئی بات ثابت ہو تو قتل کر دیا جائے گا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جس رسول ﷺ نے اسامہ سے یہ کہا تھا کہ ''کیا لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد بھی تم نے اسے قتل کر دیا''؟ اور جس رسول ﷺ کی یہ حدیث ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک قتال کرتا رہوں جب تک کہ وہ '' لا الہ الا اللہ'' کا اقرار نہ کرلیں اسی رسول ﷺ نے خوارج کے سلسلہ میں یہ حکم ارشاد فرمایا ہے:

((اَيْنَمَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ، لَئِنْ اَدْرَكْتُهُمْ لَاَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ))

انہیں جہاں کہیں بھی پاؤ قتل کرو، اگر میں نے ان کو پالیا تو قوم عاد کی طرح انہیں قتل کروں گا۔

سبھی جانتے ہیں کہ خوارج بہت زیادہ عبادت گزار اور اللہ کی تکبیر وتہلیل کرنے والے تھے۔ حتیٰ کہ بعض صحابہ ان کے سامنے اپنی نمازوں کو حقیر سمجھتے تھے۔ ان خوارج نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے علم بھی حاصل کیا تھا لیکن جب ان کی جانب سے شریعت کی خلاف ورزی سامنے آئی تو '' لا الہ الا اللہ'' کا اقرار، کثرت عبادت اور اسلام کا دعویٰ کچھ بھی تو ان کے کام نہ آسکا۔

گزشتہ صفحات میں رسول اللہ ﷺ کے یہود سے قتال کرنے کا واقعہ نیز صحابہ کرام کے بنو حنیفہ سے قتال کرنے کی مثال گزر چکی ہے، یہ واقعات بھی اوپر بیان

کئے گئے مسئلہ کی تائید کرتے ہیں۔

خبر کی تحقیق ضروری ہے:

ساتھ ہی اس واقعہ پر بھی غور کرتے چلیں کہ رسول اللہ ﷺ کو جب اس بات کی اطلاع ملی کہ بنو مصطلق کے لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا ہے تو آپ نے ان سے جنگ کرنے کا ارادہ فرمایا۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ﴾

اے مومنو! کوئی فاسق شخص اگر کوئی خبر تمہارے پاس لائے تو اس کی تحقیق کرلیا کرو۔ ایسا نہ ہو، جانے بوجھے بغیر کسی قوم پر چڑھ دوڑو، پھر اپنے کئے پر پچھتاؤ۔ (الحجرات: ٦)

بعد میں ظاہر ہوا کہ بنو مصطلق کے متعلق اطلاع دینے والا شخص جھوٹا تھا۔ بہر حال یہ تمام واقعات اس بات کی کھلی دلیل ہیں کہ مشرکین نے جن احادیث سے دلیل پکڑی ہے ان کا صحیح مطلب وہی ہے جو ہم نے بیان کیا۔

استغاثہ کا مفہوم:

مشرکین کو ایک شبہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے۔ قیامت کے دن لوگ آدم علیہ السلام کے پاس استغاثہ کے لئے جائیں گے، پھر نوح علیہ السلام کے پاس، پھر ابراہیم علیہ السلام کے پاس پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس، پھر

عیسیٰ علیہ السلام کے پاس استغاثہ کے لئے جائیں گے اور سب کے سب معذرت پیش کردیں گے۔ یہاں تک کہ رسول اللہﷺ کے پاس معاملہ لے کر پہنچیں گے۔ مشرکین کہتے ہیں کہ گویا غیر اللہ سے استغاثہ کرنا شرک نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مخلوق سے اس کام میں استغاثہ کے منکر نہیں جو اس کے بس میں ہو، جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِیْ مِنْ شِیْعَتِهٖ عَلَی الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّهٖ﴾

جو موسیٰ کا ہم قوم تھا اس نے اس شخص کے مقابلہ میں جو موسیٰ کے دشمن گروہ میں تھا، موسیٰ سے مدد چاہی۔ (قصص: ۱۵)

یا جس طرح انسان جنگ وغیرہ میں اپنے ساتھیوں سے ان امور میں استغاثہ کرتا اور مدد چاہتا ہے جن پر انسان قادر ہوتا ہے، ہم تو اس استغاثہ کا انکار کرتے ہیں جو بزرگوں کی قبروں پر جاکر عبادت کی شکل میں کیا جاتا ہے یا غائبانہ طور پر ان سے ان چیزوں کا سوال کیا جاتا ہے جو اللہ کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں۔

اس تفصیل کے بعد مذکورہ حدیث کی طرف آئیں جسے مشرکین بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔اس حدیث سے انبیاء سے استغاثہ کی تفصیل یہ ہے کہ قیامت کے دن لوگ انبیاء علیہم السلام کے پاس آکر یہ درخواست کریں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ جلد حساب وکتاب شروع ہو، تاکہ جنتی حضرات میدان حشر کی سختیوں سے نجات پائیں۔

ظاہر بات ہے کہ اس قسم کا استغاثہ دنیا میں بھی جائز ہے اور آخرت میں بھی،

کہ آپ کسی نیک اورزندہ شخص کے پاس جائیں جو آپ کے پاس بیٹھ کر آپ کی باتیں سنے اور اس سے یہ درخواست کریں کہ میرے لئے اللہ سے دعا کر دیجئے۔ جیسا کہ صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں آپ کے پاس آتے اوردعا کی درخواست کرتے تھے لیکن آپ کی وفات کے بعد حاشا وکلا کبھی ایسا نہیں ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی قبر کے پاس آکر آپ سے دعا کی درخواست کی ہو بلکہ سلف صالحین رسول اللہ ﷺ کی قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے سے بھی منع فرماتے تھے، چہ جائیکہ خود آپ ﷺ سے دعا کی درخواست کی جائے۔

مشرکین کا ایک شبہ ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بھی ہے جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا جانے لگا تو جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور یہ پیشکش کی کہ اگر کوئی ضرورت ہو تو بتائیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ آپ سے تو مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس واقعہ کو لے کر مشرکین یہ کہتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام سے استغاثہ (مدد چاہنا) شرک ہوتا تو خود جبرئیل علیہ السلام نے ابراہیم علیہ السلام سے یہ پیشکش نہ کی ہوتی۔

یہ شبہ درحقیقت پہلے شبہ جیسا ہے اور اسکا جواب بھی وہی ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے اسی چیز کی پیشکش ابراہیم علیہ السلام سے کی تھی جس پر وہ قادر تھے۔ جبرائیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ﴿**شَدِيْدُ الْقُوٰى**﴾ (سخت قوتوں والا) کہا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اگر جبرئیل علیہ السلام کو اس بات کی اجازت دے دیتا کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کی آگ اور اس کے اردگرد جو زمین اور پہاڑ تھے ان سب کو اٹھا کر مشرق

یا مغرب میں پھینک دیں یا ابراہیم علیہ السلام کو کسی دور مقام پر چھوڑ آئیں یا اٹھا کر آسمان پر پہنچا دیں تو یقیناً وہ یہ سب کچھ کر سکتے تھے جیسے کوئی مالدار شخص کسی ضرورت مند کو دیکھ کر قرض دینے کی پیشکش کرے یا یونہی کچھ دینا چاہے جس سے وہ اپنی ضرورت پوری کر سکے ، اور یہ ضرورت مند شخص لینے سے انکار کر دے اور صبر کرنے کو ہی ترجیح دے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ خود اس کی روزی کا انتظام کر دے جس میں کسی اور کا کوئی احسان شامل نہ ہو۔

توحید کی عملی تطبیق:

اس رسالہ کے خاتمہ پر ہم ایک انتہائی اہم مسئلہ کا ذکر کر دینا چاہتے ہیں۔ سابقہ گفتگو کے دوران اس مسئلہ کی طرف اشارہ آچکا ہے لیکن چونکہ یہ مسئلہ انتہائی نازک ہے اور لوگ بکثرت اس میں غلطی کر بیٹھتے ہیں اس لئے علیحدہ طور پر اس کا بیان کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔

اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ ''توحید'' کا دل، زبان اور عمل تینوں سے بیک وقت تعلق ہونا ضروری ہے۔ ان میں سے اگر کسی ایک چیز کے اندر بھی خلل واقع ہو تو آدمی مسلمان نہیں رہتا۔ کوئی شخص اگر توحید کو سمجھتا ہے مگر اس کے مطابق عمل نہیں کرتا تو وہ فرعون اور ابلیس وغیرہ کی طرح سرکش کافر ہے۔

اس بارے میں بہت سے لوگ غلط فہمی میں مبتلا رہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم جانتے ہیں کہ فلاں بات حق ہے۔ ہم اس کا اقرار بھی کرتے ہیں ۔لیکن اس پر عمل نہیں کر سکتے۔ اپنے علاقہ کے لوگوں کی مخالفت کر کے گزارہ کرنا ہمارے لئے مشکل

ہے۔ اسی طرح کے دیگر عذر بھی وہ پیش کرتے ہیں۔ شاید نہیں جانتے کہ کافروں کے بڑے بڑے سردار بھی حق کو پہنچاتے تھے اور اسی طرح کے حیلے بہانے میں پڑ کر ہی وہ حق کو چھوڑے ہوئے تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِشۡتَرَوۡا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَناً قَلِيۡلاً﴾

انہوں نے اللہ کی آیتوں کو تھوڑی سی قیمت پر بیچ ڈالا۔(التوبہ: ۹)

نیز فرمایا:

﴿يَعۡرِفُوۡنَهٗ كَمَا يَعۡرِفُوۡنَ اَبۡنَآءَ هُمۡ﴾

وہ محمد ﷺ کو ایسا پہنچانتے ہیں جیسا اپنے بیٹوں کو۔ البقرہ: ۱۴۶)

لیکن اگر کوئی شخص توحید کو سمجھے بغیر، یا دل میں ایمان رکھے بغیر صرف ظاہر میں توحید پر عمل کرتا ہے تو وہ منافق ہے جو کافر سے بھی بدتر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الۡمُنَافِقِيۡنَ فِى الدَّرۡكِ الۡاَسۡفَلِ مِنَ النَّارِ﴾

بے شک منافق جہنم کے سب سے نچلے درجے میں رہیں گے۔ (النساء: ۱۴۵)

یہ مسئلہ انتہائی اہم اور طویل ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ آپ کو اس وقت ہوگا جب اس سلسلہ میں لوگوں کی باتوں پر غور کریں گے۔ چنانچہ بعض لوگ تو آپ کو ایسے ملیں گے جو حق کو پہنچانتے تو ہیں لیکن دنیاوی جاہ ومنصب اور جان ومال کے کم ہوجانے کے ڈر سے اس پر عمل نہیں کرتے ہیں۔ ان سے اگر پوچھا جائے کہ توحید کے بارے میں آپ کا کیا عقیدہ ہے؟ تو اس کا کوئی علم ان کے پاس نہیں ہوتا۔

لہٰذا ایسی صورت میں قرآن کریم کی دو آیتیں خاص طور سے آپ پیش نظر

رکھیں۔ پہلی آیت یہ ہے:

﴿لَاتَعۡتَذِرُوۡا قَدۡ كَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ﴾

بہانے مت بناؤ، تم ایمان لاکر، ایمان کا دعویٰ کرکے، پھر کافر ہوگئے۔
(التوبہ: ٦٦)

اس آیت میں رسول اللہﷺ کے ساتھ رومیوں سے غزوہ کرنے والے بعض صحابہ کو جب اس وجہ سے کافر کہہ دیا گیا کہ انہوں نے ہنسی مذاق کے طور پر ایک کفریہ بات اپنی زبان سے نکال دی تھی تو پھر سوچیں کہ اس شخص کا کیا حال ہوگا جو کسی کی دل جوئی کے لئے یا مال ومنصب کے کم ہوجانے کے ڈر سے کفر کی باتیں کہتا یا اس پر عمل کرتا ہو؟

اس سلسلہ کی دوسری آیت اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿مَنۡ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنۡ بَعۡدِ اِيۡمَانِهٖۤ اِلَّا مَنۡ اُكۡرِهَ وَقَلۡبُهٗ مُطۡمَئِنٌّ بِالۡاِيۡمَانِ﴾

جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ کے ساتھ کفر کرے، وہ نہیں جو کفر پر مجبور کیا جائے اوراس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو۔(النحل: ١٠٦)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صرف اس شخص کو قابل معافی بتایا ہے جسے کفر پر مجبور کر دیا گیا ہومگر اسکا دل ایمان پر جما ہوا ہو۔ اس کے علاوہ باقی سارے لوگ کافر ہیں۔ خواہ انہوں نے ڈر کی وجہ سے کفر کا کلمہ اپنی زبان سے نکالا ہو یا کسی کی دلجوئی کے لئے ، وطن یا اہل وعیال اورمال ومتاع کی

محبت میں کفریہ بات کہی ہو یا مذاق کے طور پر یا کسی اور مقصد کے تحت، بہر حال وہ کافر شمار ہوں گے، جیسا کہ مذکورہ بالا آیت اس مسئلہ پر درج ذیل پہلوؤں سے دلالت کرتی ہے:

ا: ﴿إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ﴾ (وہ شخص جسے کفر پر مجبور کردیا گیا ہو) کے جملے سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف مجبور کئے گئے شخص کو کفر سے مستثنیٰ قرار دیا ہے اور یہ سب جانتے ہیں کہ انسان کو صرف زبان یا عمل پر مجبور کیا جاسکتا ہے۔ دلی اعتقاد پر کوئی بھی شخص کسی کو مجبور نہیں کرسکتا۔

۲: مذکورہ آیت کی دلالت کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس کے فوراً بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ذٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ﴾

یہ اس لئے ہوگا کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں پسند کیا۔(النحل: ۱۰۷)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ صراحت فرمادی ہے کہ یہ کفر اور عذاب، اعتقاد یا جہالت یا دین سے نفرت یا کفر کی محبت کی وجہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے ہوگا کہ اس کے اندر انہیں دنیا کی لذت نظر آئی جس کو انہوں نے آخرت پر ترجیح دی۔

والله سبحانه وتعالىٰ أعلم..... والحمد لله رب العالمين، وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين ، آمين.

فہرست عنوانات

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱	انبیاء کی بعثت کا بڑا مقصد	
۲	توحید ربوبیت اور مشرکین کا عقیدہ	
۳	توحید کے فوائد	
۴	کلمہ توحید کا مفہوم	
۵	انبیاء کے دشمن	
٦	دین اسلام جاننا ضروری ہے	
۷	شبہات کا جواب	
۸	غیر اللہ سے استغاثہ کفر ہے	
۹	پکارنا بھی عبادت ہے	
۱۰	قربانی کرنا بھی عبادت ہے	
۱۱	شفاعت برحق ہے	
۱۲	شفاعت قبول کرنا صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے	
۱۳	صالحین کی پناہ ڈھونڈنا شرک ہے	
۱۴	شرک کیا ہے	
۱۵	ربوبیت کا اقرار اور الوہیت کا انکار	
۱٦	کفر کیا ہے؟	

۱۷ شریعت کی مخالفت کا نتیجہ
۱۸ فہم دین ضروری ہے
۱۹ خبر کی تحقیق ضروری ہے
۲۰ استغاثہ کا مفہوم
۲۱ توحید کی عملی تطبیق

نوٹ: فہرست مضامین اور صفحہ نمبر درست کرنا ہے۔